بیوہ کا حقِ وراثت

ہندومت اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

*صائمہ ناہید سوہل

**محمد ہمایوں عباس شمس

Abstract

Family is a basic unit of Society which is formed by a man and woman. Equality develops harmony and peace in a society otherwise it meets a decline. Like other civilizations, woman in Hinduism is also deprived of her basic rights. The position of widow is very pitable. In early vedic age she enjoyed her rights but in following periods she degraded and deprived of her right. In this article, property rights of Hindu & Muslim widows are discussed.

Keywords: Hinduism, Islam, Rights of Widows, Property Rights

دیگر کئی ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی قانونِ وراثت کے سلسلے میں عورت غیر مساوی اور غیر منصفانہ مسائل کا شکار ہے۔ ہندوستان میں مختلف مکتبۂ فکر کے ماننے والے موجود ہیں۔ یہ نظریاتی تنوع، مذہب اور قانون پر بھی اثر انداز ہے اور اسی طرح قانونِ وراثت کے سلسلے میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے، اگر کسی کی اولادِ نرینہ نہ ہوتو اس کی بیٹی جائیداد کی وارث ہوگی اور نواسہ اس جائیداد کا وارث ہوگا۔ بیٹی کے حق میں وصیت کیے جانے کے بعد اگر بیٹا پیدا ہو جاتا ہے تو باپ کے ترکہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ ویدوں کے مطابق بیٹی شادی سے قبل باپ کی جائیداد میں وارث ہے بعد از شادی اس حق سے محروم ہوگی۔ اولادِ نرینہ نہ ہونے کی صورت میں بیٹی اور نواسہ جائیداد کا وارث ہو

*پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

**صدر، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

گا۔ ہندوشاستروں کے مطابق بیوہ عورت اپنے خاوند کی جائیداد کی وارث ہے۔ نکاحِ ثانی نہ کرنے کی صورت میں، مگر عملاً عورت کو ہمیشہ اس حق سے محروم ہی رکھا گیا ہے۔

کوتلیہ چانکیہ اور بیوہ کا حقِ ملکیت:

کوتلیہ چانکیہ نے ''ارتھ شاستر''(۱) میں بیوہ عورت کو خاوند کے مرنے کے بعد اس کے ترکے میں درج ذیل صورتوں میں حق ملکیت کا حق دار ٹھہرایا ہے، مثلاً:

i۔ **نکاحِ ثانی نہ کرنے کی صورت میں:**۔ پاک دامنی کی زندگی گزارنے کا عہد کرنے والی بیوہ عورت اپنے شوہر کی وفات پر اپنا اثاثہ اور زیور اور اس اثاثے کا کچھ حصہ خرچ ہوجانے کی صورت میں باقی ماندہ مال حاصل کرنے کی حق دار ہوگی۔(۲)

ii۔ **نکاحِ ثانی کرنے کی صورت:**۔ بیوہ عورت اگر اثاثہ جات وصول کر کے کسی اور سے شادی رچالے تو یہ سب کچھ اس سے سود سمیت واپس لے لیا جائے گا۔ اگر وہ دوسری بار اپنا گھر بسانے کی خواہش مند ہو تو نویش کالے (دوسری شادی) پر وہ تمام اثاثہ اس کے سابق سسرالیوں کو مِل جانا چاہیے جو انھوں نے اسے دیا تھا۔(۳)

iii۔ **نیوگ نہ کرنے کی صورت میں:**۔ اگر کوئی بیوہ اپنے سسر کے منتخب کردہ مرد کی بجائے کسی اور سے بیاہ کرے تو اسے سابقہ سسرال کی طرف سے دیئے گئے تمام اثاثے سے دستبرداری برداشت کرنا ہوگی۔ اس کے رشتہ دار وہ تمام مال و دولت اس کے سابق خاوند کے باپ کو لوٹا دیں گے۔(۴)

iv۔ **رشتہ داروں کے ساتھ اقامت پذیری کی صورت میں:**۔ اگر عورت دوسری شادی نہیں کرتی اور اپنے کسی رشتہ داروں کے ساتھ رہائش اختیار کر لیتی ہے تو اس کے رشتہ دار عورت کے ساتھ ساتھ اس کے مال کی بھی حفاظت کریں گے۔ اس سلسلے میں یوں درج ہے:

''اگر کوئی نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کسی عورت کو اپنی حفاظت اور پناہ میں لینے کا فیصلہ کرے تو وہ اس عورت کے ساتھ ساتھ اس کے مال کا بھی محافظ ہوگا۔''(۵)

v۔ **با اولاد ہونے کی صورت میں:**۔ ایسی عورت دوسری شادی کے بعد اِملاک کی مالک اور مختار نہیں ہوگی جس کا کوئی بیٹا یا بیٹے موجود ہوں بلکہ اس کی ملکیت کے حق دار اس کے بیٹے ہی تصوّر کیے جائیں گے۔ اگر کوئی عورت

دوسری شادی کرنے کے بعد اپنی ملکیت کو یہ جواز پیدا کر کے واپس لینے کا تقاضا کرے کہ وہ اپنے سابق شوہر کے بیٹوں کی کفیل ہے تو اسے وہ املاک اپنے بیٹوں کے نام قانونی طور پر منتقل کرنا ہوں گی۔(۶)

vi۔ **کثیر شوہری کی صورت میں:۔** اگر کسی عورت کے کئی شوہر ہوں اور ان شوہروں سے اس کے بہت سے بچے ہوں تو وہ اپنی اِملاک کو اسی حالت میں رکھنے کی پابند ہوگی جس حالت میں اس کو اپنے شوہروں کی طرف سے دی گئیں۔(۷)

vii۔ **بے اولادی کی صورت میں:۔** بے اولاد عورت جو اپنے شوہر کے انتقال کے بعد بھی اس کے ساتھ وفادار رہتے ہوئے دوسری شادی نہ کرے وہ تمام زندگی اپنی اِملاک اور اثاثوں پر قابض رہ سکتی ہے کیونکہ یہ سب کچھ عورت کو دیا ہی اس لیے جاتا ہے کہ آڑے وقت میں کام آ سکے۔ ایسی عورت کی وفات پر اس کی املاک اس کے اقرباء کے نام منتقل کی جائیں گی۔(۸)

viii۔ **ہبہ اور فروخت کے اختیار کی صورت میں:۔** عورت کو کامل طور پر بخشی ہوئی اِملاک جن پر اسے ہبہ اور فروخت کا اختیار بھی دیا گیا ہو لڑکوں کے نام منتقل کر دی جائیں گی۔(۹) یعنی عورت کو تحفتاً اور ہبہ شدہ املاک کا وارث بنا دیا گیا ہو تو بھی وہ یہ املاک اپنے خاوند کے بچوں کے نام منتقل کرے گی۔

ix۔ بیٹا نہ ہونے کی صورت میں:۔ اگر خاوند مر جاتا ہے اور کوئی لڑکا نہ ہو تو تمام املاک کی حق دار بیٹیاں ہی ٹھہریں گی۔(۱۰)

مذکورہ احکام سے واضح ہوتا ہے کہ آریہ دور اور ویدک دور میں عورت کو والدین کی جائیداد میں حقِ ملکیت کے ساتھ ساتھ خاوند کی جائیداد و اِملاک میں بھی حقِ ملکیت حاصل تھا۔ اگر خاوند مر جاتا ہے تو عورت کو نکاحِ ثانی نہ کرنے کی صورت میں اس جائیداد و اِملاک پر پورا حق حاصل تھا اور نکاحِ ثانی کرنے کی صورت میں اس کو تمام اثاثہ جات اپنے سسرال والوں کو واپس کرنے ہوتے تھے۔ چونکہ عورت کو ہبہ اور جائیداد کی فروخت کا بھی اختیار حاصل تھا۔ لہٰذا اولاد کی موجودگی میں وہ اثاثہ جات کو اپنے اقرباء یا بہن بھائیوں میں تقسیم نہیں کر سکتی تھی اور نہ ہی ہبہ کر سکتی تھی۔ بلکہ اُسے اپنے متوفی خاوند کی اولاد کے نام منتقل ہوتے تھے۔ اگر متوفی خاوند سے بیٹا پیدا نہ ہوتا اور صرف بیٹیاں ہی ہوتیں تو بیوہ عورت کے اثاثہ جات اس کی بیٹیوں کو منتقل ہو جاتے تھے۔

مذکورہ بحث سے نہ صرف عورت کے حقِ ملکیت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ عورت کی مناسب طور پر اہمیت اور مقام و مرتبہ کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔

منومہاراج اور بیوہ کا حقِ ملکیت:

منومہاراج نے اپنی کتاب ''منودھرم شاستر''(۱۱) میں ذِکر کیا ہے کہ خاوند کے ترکہ میں بیوہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ خاوند کا حقیقی بیٹا یا قانون نیوگ (۱۲) سے دیور یا خاوند کے ہم گوتر (اصل، نسل، گروہ، قبیلہ، فرقہ) مرد سے پیدا ہونے والا بیٹا اپنے باپ کی جائیداد کا وارث ہے۔

منومہاراج کے مطابق:

''ایسی بیوہ کا بیٹا جسے کسی دوسرے سے اولاد کے لیے مباشرت تفویض نہیں کی گئی تھی۔ ترکے میں حصہ نہیں پائے گا کیونکہ وہ ولدالحرام ہے جب کہ ایک بیٹے کی موجودگی میں بیوہ کسی دوسرے مرد سے بیٹا حاصل کرتی ہے تو مؤخرالذکر کو ترکہ سے حصہ نہیں ملے گا کیونکہ وہ ہوس کی پیداوار ہے۔''(۱۳)

یعنی منو کے نزدیک بیوہ عورت خاوند کی جائیداد میں حصہ دار نہیں ہے۔ جائیداد میں حصہ حاصل کرنے کے لیے اُس کے لیے نیوگ کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

منومہاراج نے مزید ذِکر کیا ہے:

''اور جو کچھ بعدازاں تحفتاً شوہر کی طرف سے ملتا رہا، مرنے کے بعد اس کی اولاد کو ملے گا۔ خواہ اس کا انتقال اپنے شوہر کی زندگی میں ہو جائے۔''(۱۴)

خاوند کی طرف سے ملنے والے تحائف ذاتی طور پر عورت کی ملکیت ہیں اگر وہ اپنے خاوند کی زندگی میں مر جاتی ہے تو اس کے وہ تحائف بھی اولاد میں تقسیم ہوں گے مگر اس بات کا قطعاً ذِکر نہیں کیا گیا کہ خاوند اپنی زندگی میں یا بعدازحیات اپنی جائیداد یا ترکہ میں بیوی کو حصہ دے گا۔ بیوہ کا اپنے خاوند سے پیدا ہونے والا بیٹا یا قانون نیوگ کے ذریعے دیور یا خاوند کے ہم گوتر مرد سے پیدا ہونے والا بیٹا ترکے کا حق دار ہے اگر عورت اپنے سسر کی مرضی کے بغیر کسی سے مباشرت سے بیٹا پیدا کرتی ہے تو وہ ولدالحرام ہے اس کا ترکے میں حصہ نہیں ہے۔

ایک اور اشلوک میں یوں درج ہے:

''جو زیورات عورتیں اپنے خاوندوں کی زندگی میں پہنتی رہیں (ان عورتوں کی) موت کے بعد (شوہروں کے) ورثاء باہم تقسیم نہیں کریں گے۔ ایسا کرنے والے دھرم (مذہب) سے باہر ہو جاتے ہیں۔''(۱۵)

اس اشلوک (نظم، شعر، بیت، دوہا، مقفیٰ فقرہ) کی رُو سے زیورات کے معاملہ میں عورت کو حقِ ملکیت دیا گیا ہے جو کہ خاوند اور اس کے قریبی ورثاء لینے کے حق دار نہیں ہے۔

غیر شادی شدہ بیٹی یا بہن کا حصہ:

برہمنا دور سے ہی ہندو مذہب میں عورت کے حقِ جائیداد کو ختم کیا گیا ہے۔ شادی کے بعد عورت اپنے والدین کی جائیداد میں کوئی حصہ نہیں رکھتی جب کہ غیر شادی شدہ بیٹی کو اس کے بھائی ایک چوتھائی حصہ دینے کے پابند ہیں۔ شادی کے بعد بیٹیوں کا حصہ نہیں۔ منو مہاراج نے ذِکر کیا ہے:

''غیر شادی شدہ بہن کو ہر بھائی حصے کا ایک چوتھائی دے گا انکار کرنے والا آشرم (۱۶) سے باہر ہو جائے گا۔'' (۱۷)

اگر بھائی غیر شادی شدہ بہن کو مقرر شدہ حصہ ادا نہیں کرتے تو وہ اپنی بہن کا حق مارتے ہیں اور ان کا مذہب سے تعلق برقرار نہیں رہتا۔ غیر شادی شدہ بہن کو ہر بھائی اپنے حصے سے ایک چوتھائی حصہ دینے کا پابند ہے مگر شادی کے بعد وہ اس حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ عورت کو حقِ ملکیت سے محروم کرنے والے یہ بھی مؤقف اختیار کرتے ہیں کہ بیٹی یا بہن کو شادی کے وقت جہیز میں اشیاء، ساز و سامان، زیورات اور نقدی وغیرہ بطور وراثت میں حصہ دے کر فارغ کر دیا جاتا ہے۔

خورشید احمد فاروق نے اپنی کتاب ''برصغیر اور عرب مؤرخین'' میں عورتوں کے وراثت میں حق کے سلسلے میں ہندوؤں کے قانونِ وراثت کے بارے لکھا ہے:

''ہندوؤں کے قانونِ وراثت میں بیٹی کے علاوہ ہر عورت میراث سے محروم رہتی ہے۔ منو نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ باپ کے ترکہ سے لڑکی کو لڑکے کے حصے کا ایک چوتھائی ورثہ میں ملے گا اگر لڑکی کنواری ہے تو اس کی شادی کے وقت اس حصہ سے اس کا جہیز تیار کیا جائے گا اس کے بعد کسی مالی اعانت کی مستحق نہیں رہے گی۔'' (۱۸)

یعنی شادی سے قبل خواہ باپ زندہ ہو یا وفات پا جائے۔ لڑکی والد کی جائیداد میں حق رکھتی ہے۔ شادی کے بعد اس کا یہ حق ختم ہو جاتا ہے۔ دورِ جدید میں ہندوستان میں مختلف مکتبۂ فکر کے لوگ آباد ہیں۔ جائیداد اور وراثت کے معاملات و تنازعات دو مکاتبِ فکر غالب ہیں۔ ان میں سے ایک میٹکشرا (۱۹) اور دوسرا دیا بھاگا۔ (۲۰)

مختلف برادریوں اور قبائل کی بناء پر ریاستی قوانین پر عمل درآمد ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر تک

ریاست تمام باشندگانِ ہندوستان کے لیے ایک ہی قانون متعارف نہیں کرواسکی۔ نتیجتاً دورِ حاضر میں عائلی قوانین کے سلسلے میں مختلف مکاتبِ فکر مثلاً ''دیابھاگا (Dayabhaga)'' بنگال اور مشرقی ہندوستان کے علاقوں میں، ''میوکھا''(Mayukha) بمبئی میں، ''کون کن''(Konkan) گجرات اور مغربی علاقوں میں، ''مرومکیسم'' (Marumakkattayam) اور ''نمبودری''(Nambudri) کیرلا اور جنوبی علاقوں میں اور میٹکشرا (Mitaksara) ہندوستان کے دیگر علاقوں میں معمولی کمی وبیشی اور تبدیلیوں کے ساتھ رائج ہیں۔(۲۱)

میٹکشرا (Mitaksara) مکتبۂ فکر چار ذیلی مکاتبِ فکر مثلاً ممبئی مکتبہ فکر (Bombay School) بنارس مکتبہ فکر (Bararas School) مدراس مکتبہ فکر (Madras School) اور میتھیلا مکتبہ فکر (Mithila School) میں منقسم ہے۔

میٹکشرا مکتبۂ فکر کے مطابق بیوہ کی ملکیت میں جہیز کا ساز وسامان، شادی پر والدین، بھائیوں اور ننھیال والوں کی طرف سے تحائف، زیورات، وراثت میں حصہ، اپنی محنت سے بنائی ہوئی پراپرٹی، اشیاء اور زیورات وغیرہ اور خاوند کی طرف سے شادی اور شادی کے بعد ملنے والے تحائف اور خاوند کی جائیداد (بعد از وفات) کی ملکیت شامل ہے۔(۲۲)

بنارس، مدراس اور ممبئی مکتبۂ فکر کے نظریات Mitaksara مکتبہ فکر کے ہی حامل ہیں۔

دیابھاگا ذیلی مکاتبِ فکر میں منقسم نہیں۔ اس مکتبۂ فکر کے مطابق مشترکہ جائیداد میں بیوہ کو صرف اس وقت خاوند کا حصہ ملے گا جب اس کی اولادِ نرینہ ہو۔ کیونکہ مشترکہ خاندانی نظام میں جائیداد و املاک خاوند سے تعلق رکھتی ہیں۔(۲۳)

اوّل الذکر مکاتبِ فکر کے نزدیک خاوند کے مرنے کے بعد بیوہ اپنے خاوند کے جائیداد میں حصہ کی حق دار ہے۔ جب کہ مؤخر الذکر کے نزدیک ہر چیز بیوہ کی ملکیت ہیں مگر جائیداد کے حصہ کا حق دار اس کا بیٹا ہے۔

ہندو قوانین کے مطابق بیوہ عورت کو جہیز میں والدین اور لڑکے والوں کی طرف سے ملنے والی تمام اشیاء، کپڑے اور زیورات وغیرہ عورت کی ملکیت ہیں۔ والدین کی طرف سے ملنے والی جائیداد، خاوند کی جائیداد کا حصہ، ذاتی آمدن اور املاک وغیرہ بھی بیوہ عورت کا حق ہیں۔ Nandita Bhatla نے اس بارے لکھا ہے:

"The main forms of Property explored in the study were land and house, properties that are immovable, productive assets of value.

Interestiugly more women reported ownership of house than of land."(24)

''مطالعہ سے جائیداد کی جو اقسام دریافت ہوئیں وہ زمین اور گھر ہیں اور غیر منقولہ اِملاک اور ایسی اِملاک جو کہ غیر منقولہ اور پیداواری ہیں۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ خواتین زمین کی مملکیت بجائے گھر کی ملکیت کی رپورٹ کرتی ہیں۔''

زمین میں ملنے والے حصے کی صورت میں یا دیگر اثاثہ جات کی صورت میں بیوہ خواتین گھر کی ملکیت کا تقاضا کرتی ہیں تا کہ ان کو اپنے سسرال کے ظلم وستم سے نجات کے لیے کوئی پناہ گاہ میسر ہو سکے۔

ہندو بیوہ خواتین کے حقوقِ جائیداد اورا یکٹ:

ہندو خواتین کے مالکانہ حقوق کا ایکٹ ۱۹۳۷ء میں منظور ہوا جو کہ عورت کو جائیداد میں حق دِلوانے کے سلسلے میں ہندو تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ اس ایکٹ پر بہت زیادہ تنقید کی گئی کیونکہ یہ ہندو مشترکہ خاندانی نظام کو ختم کرنے کی بھی ایک بڑی وجہ تھی۔

اس ایکٹ میں پہلی بار مشترکہ اور انفرادی جائیداد میں ورثاء کی تقسیم متبنیٰ کا حصہ، بیوی بچوں کا نان نفقہ، جائیداد سے عاق کرنے کی وجوہات وغیرہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس ایکٹ کی رُو سے بیوہ صرف اس وقت خاوند کی جائیداد و اِملاک کی حق دار ہوگی جب متوفی خاوند مشترکہ خاندانی نظام سے اپنی الگ پراپرٹی کا مالک ہو گا تو بیوہ کو اس کے بچوں کے برابر حصہ پراپرٹی سے ملے گا۔ اگر بیوہ کا بیٹا بھی وفات پا چکا ہے تو بیوہ کا پوتا اس حصے کا حق دار ہوگا۔ خواہ اس سے اُوپر چلے جائیں تو وہ وارث حق دار ہوگا۔(۲۵)

ہندو کوڈ بل ۱۹۴۸ء(Hindu Code Bill 1948)

۱۹۳۷ء کے ایکٹ کے نافذ العمل ہونے میں بے شمار رکاوٹیں اور مسائل پیدا ہوئے کیونکہ پنڈتوں اور ہر مکتبہ فکر کی لوگوں نے اپنی آراء اور خیالات کا اظہار کیا۔ چنانچہ ۲۵ جنوری ۱۹۴۱ء کو ''ہندو لاء کمیٹی'' (Hindu Law Commitee) نے شادی اور بیوہ عورت کے حقِ وراثت کے سلسلے میں مارچ ۱۹۴۲ء کو دو بل (Bill) مرکزی جوائنٹ قانون ساز کمیٹی میں پیش کیے۔ بحث و تمحیص کے بعد ۱۹۴۸ء میں ہندو کوڈ بل (The Hindu Code Bill) منظور ہوا۔ مگر اس بل کی منظوری سے عورت کی حیثیت میں کوئی فرق یا تبدیلی رُونما نہ ہوئی۔ سیاسی

و مذہبی مخالفت کی بناء پر اس بل پر عملدر آمد نہ ہو سکا۔(۲۶)

۱۹۵۶ء کا ایکٹ جب پاس ہوا اس میں عورت کو پراپرٹی اور وراثت میں جو حقوق عطا کیے گئے ان کو مختلف پابندیوں اور اصول وضوابط کا پابند کر دیا گیا۔ لاء کمیشن کے سامنے اس ایکٹ میں بیان کردہ مرد و عورت کے امتیازی فرق کو بیان کیا گیا۔ لاء کمیشن نے اس اعتراض کو تسلیم کیا اور ۱۷۴ ارپورٹس پیش کیں گئیں اور بالآخر مشورہ کیا کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی پراپرٹی میں حقوق دیئے جائیں گے۔(۲۷) اس قانون کی رُو سے کلاس I کے بنیادی رشتہ دار مرد کی جائیداد کے حق دار ہیں جن میں ماں، بیٹی، بیوہ اور بیٹا شامل ہیں۔ اس ایکٹ میں ۲۰۰۵ء میں ترمیم و اضافہ کیا گیا جس کی رُو سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ بیٹی دونوں حالتوں میں بیٹے کے برابر باپ کی جائیداد میں وارث ہے۔ اس ایکٹ میں یوں درج ہے:

"The Hindu Succession Amendment Act 2005, was enacted to enlarge the rights of a daughter married and unmarried both and to bring her at Par with a Son or any male member of a joint Hindu family governed by the Mitakshara law."(28)

''ہندو قانون مجریہ ۲۰۰۵ء میں اضافہ کے بعد نافذ العمل ہوا۔ جس نے غیر شادی شدہ اور شادی شدہ بیٹی کے حقوق کو بڑھا دیا اور اس کے حقوق کو ہندو مشترکہ خاندان میں بیٹے یا کسی مرد فرد کے برابر قرار دیا اور یہ تبدیلی Mitakshara مکتبہ فکر کے قانون کے تحت ہوئی۔''

۱۹۵۲ء کے ایکٹ کے سیکشن ۱۴ کے مطابق ہندو خواتین کی پراپرٹی اس کی مطلق پراپرٹی ہے۔ اس ایکٹ کی منظوری سے قبل اور بعد میں جو پراپرٹی عورت کے پاس تھی وہ اس کی ہی ملکیت رہے گی۔ ۱۹۵۶ء کے سیکشن ۱۴ کے ذیلی آرٹیکل کے مطابق:

"In this sub-section "Property" includes both movable and inmovable property acquired by a female Hindue by inheritance or devise or at a partition or in Lieu of maintenance or arrears of maintenance or by gift from any person wether a relative or not, before at or after her marriage or by her own skill or exertion or by

purchase or by presription or in any manner what so ever and also any such property held by her as stridhan immediately before the commencement of this Act."(29)

''اس سیکشن کی ذیلی شق کے مطابق ''پراپرٹی میں منقولہ اور غیر منقولہ دونوں اشیاء شامل ہیں۔ پراپرٹی جو کہ ہندو خاتون وراثت، کسی اور ذریعہ سے تقسیم، نان ونفقہ یا نان ونفقہ کے بقایا جات، تحائف جو کسی بھی فرد یا رشتہ دار سے وصول کیے جائیں قبل یا بعد از شادی یا اپنے ہنر سے یا اشیاء کی خرید وفروخت یا کوئی اور طریقہ سے حاصل ہونے والی آمدن وغیرہ ہیں اور پراپرٹی سے مراد جہیز بھی ہے جو کہ اس قانون کی منظوری سے قبل وصول کیا گیا۔''

یہ سب کچھ عورت کی ذاتی ملکیت ہیں۔ کسی کو بھی اس سے لینے یا کمی وبیشی کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ بیان کردہ حقوق کے علاوہ قانونی طور پر عورت کو زمین کی جائیداد میں بھی حقِ ملکیت دیا گیا ہے، مگر دورِ حاضر میں ہندوستان کے دیہاتوں میں ریاستی قوانین کی بجائے سماجی قوانین پر عمل ہوتا ہے جو کہ خاندان اور برادری کے تخلیق کردہ ہیں۔ عورت جب بیوہ ہوتی ہے تو زمین کی جائیداد کے سلسلے میں مختلف تنازعات سامنے آتے ہیں، جس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اوّل الذکر یہ کہ پدرانہ جائیداد کا مالک بیٹا ہے نہ کہ بیوہ عورت، لہٰذا بیوہ عورت کو والدین کے گھر جانے سے روکا جاتا ہے اور اسے گھر میں ہی رہنے دیتے ہیں۔ گھر میں رہنے کی صورت میں جیٹھ اور دیور اپنی بیویوں اور دیگر رشتہ داروں کے ذریعے اسے پریشان رکھتے ہیں اور اس کی کردار کشی کی جاتی ہے یا ستی ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی متوفی خاوند کا حصہ چھوڑ دے یا پھر اس کو زمین کا ٹکڑا الگ دے دیا جاتا ہے مگر اس کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اور زرعی آلات سے محروم بھی کیا جاتا ہے تا کہ وہ پریشان ہو کر اپنے سسرالی رشتہ داروں پر انحصار کرے لہٰذا وہ ذلت وپریشانی کی زندگی گزارنے کی بجائے تنگ دستی کی زندگی کو ترجیح دیتی ہے۔

مؤخر الذکر اس کی زمین کا حصہ مختلف تاویلیں پیش کر کے اس کے حوالے نہیں کرتے اور اُسے گاؤں چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر وہ زمین کو تقسیم نہیں کرتے تو خود اس کا انتظام کرتے ہیں چونکہ باپ کی جائیداد کا حق دار بڑا بیٹا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب متوفی کا بیٹا بالغ ہو جاتا ہے تو یہ دلیل دی جاتی ہے کہ تمہارے خاوند کے کفن ودفن پر اور تمہارے بچوں کے نان ونفقہ پر خرچ ہو گئے۔ لہٰذا تمہارا جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

بیوگی ہندو سماج میں عورت کا سماجی اور معاشی طور پر بہت کمزور پہلو ہے۔ بیوہ عورتوں کی اکثریت اَن پڑھ ہے یا بہت کم پڑھی لکھی ہے۔ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق صرف ۸ فی صد بیوہ خواتین پڑھی لکھی ہیں جو کہ

ملازمت یا ذاتی ذریعہ آمدن رکھتی ہیں۔(۳۰)اس کے علاوہ جب جائیداد کی تقسیم کی جاتی ہے تو اس کا نام کاغذات میں شامل نہیں کیا جاتا تاکہ وہ مکمل طور پر دوسروں کے دستِ نگر رہے۔

اسلام اور بیوہ کا حقِ وراثت:

اسلام سے پہلے عرب وعجم کی قوموں میں ضعیف، یتیم بچے اور صنفِ نازک عورتیں ہمیشہ طرح طرح کے ظلم وستم کا شکار رہے۔اسلام سے پہلے عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔وراثت میں عورت کو کوئی حق حاصل نہ تھا اور یہ حق اس لیے مارا جاتا تھا کہ ایامِ جاہلیت میں انسانوں کی قدر وقیمت کا تعین انسانی لحاظ سے نہیں بلکہ اس کا تعین اس لحاظ سے کیا جاتا تھا کہ پیداواری عمل میں وہ کس قدر کام آتے ہیں اور بالخصوص وہ جنگ میں کس قدر کام آتے ہیں۔ عربوں کے نزدیک وراثت صرف اس کو مِل سکتی تھی جو جنگجو ہو، دُشمن کے ساتھ مقابلہ کر کے مالِ غنیمت حاصل کرے۔ اِس اصول پر نہ تو بچے پورا اُتر سکتے ہی اور نہ ہی عورت اس لیے ان کے اصولِ وراثت کی رُو سے صرف جوان بالغ لڑکا ہی وارث ہوسکتا تھا۔لڑکی مطلقاً وارث نہ سمجھی جاتی تھی خواہ بالغ ہو یا نابالغ،اور اگر لڑکا نابالغ ہوتا تو وہ بھی وراثت کا حق دار نہ تھا۔دینِ اسلام نے اس قبیح قانون کو ختم کر کے عورتوں اور بچوں کو بھی وراثت میں حصہ دیا۔

قرآنِ پاک اور عورت کا حق:

اللہ تعالیٰ نے عورت کو والدین اور اقرباء کے ساتھ شوہر کے مال میں بھی حصہ دار ٹھہرایا ہے جو بحیثیت اس کا حق ہے اور کوئی بھی اس کو اس حق سے محروم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

”وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ“(۳۱)

”تمہارے ترکے میں سے تمہاری بیویوں کا ایک چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں اگر تمہاری اولاد بھی ہو تو تمہارے ترکے میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے۔“

اس آیت کی رُو سے خاوند کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں ہیں:

i۔ خاوند کی کوئی اولاد نہ ہو، نہ لڑکی نہ لڑکا نہ موجود بیوی سے اور نہ کسی دوسری بیوی سے تو چوتھائی حصہ بیوی کو ملے گا۔خواہ ایک ہو یا زیادہ بیویاں۔

ii۔ اگر خاوند کی اولاد ہے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔(۳۲)

حدیث کی روشنی میں عورت کا حقِ وراثت:

اللہ تعالیٰ نے عورت کو مال وراثت میں حق دار ٹھہرایا ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں باقاعدہ آیات موجود ہیں اللہ کے بعد ان کے محبوب رسولِ اکرم ﷺ نے بھی اس بات کی تصدیق کردی ہے کہ عورت خواہ وہ بیٹی ہو، بہن ہو یا بیوی اسے محروم نہیں رکھا جاسکتا اور جو محروم رکھے گا وہ گناہ گار ٹھہرے گا۔ صحیح بخاری میں ہے:

"عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه انه قال قضٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فی جنين امرأة من بنی لحيان سقط ميتاً بغرّة عبد أو امة ثم ان المرأة التی قضٰی لها بالغرة توفيت فقضٰی رسول اللّٰه بان ميراثها لبنيها وزوجها وان العقل علی عصبتها" (۳۳)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت کے بچہ کے لیے جو نامکمل پیدا ہو گیا تھا ایک غلام یا لونڈی کا اس کے خون بہا میں حکم لگایا پھر وہ عورت جس پر آپ نے حکم لگایا تھا مر گئی تب اس کے مال کو آپ نے اس کے بیٹوں کو دلوا دیا اور اس کے خون بہا کا اس کے عصبوں کو حکم فرمایا۔"

عصبہ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا حصہ قرآن مجید میں مقرر نہیں لیکن وہ لوگ ذوالفروض سے بچا ہوا مال لیتے ہیں اگر ذوالفروض نہ ہوں تو پورے مال کے وارث بنتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۴) اور علامہ بدرالدین عینی (۳۵) کا بھی یہی موقف ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ:

"قال کان المال للولد وکانت الوصية للوالدين فنسخ اللّٰه من ذالک ما احب فجعل للذکر مثل حظ الأنثيين وجعل للأبوين لکل واحد منهما السدس وجعل المرأة الثمن والرّبع وللزوج الشطر والربع" (۳٦)

"(ابتدائے اسلام میں) مال اولاد کے واسطے اور وصیت والدین کے واسطے تھی پھر اللہ نے اسے منسوخ فرما کر مرد کے لیے دو حصے اور عورت کے لیے ایک حصہ اور والدین کے واسطے ہر ایک واسطے چھٹا اور بیوی کے لیے (اولاد کے ہوتے ہوئے) آٹھواں اور (بغیر اولاد کے) چوتھائی اور خاوند کے لیے (بغیر اولاد کے) نصف اور اولاد کے ہوتے ہوئے) چوتھا حصہ مقرر کیا۔"

مذکورہ احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی کی جائیداد اولاد کے واسطے ہے اگر وہ اولاد والے ہیں۔ خاوند کی وراثت اولاد، بیوی اور والدین میں تقسیم ہوگی۔ لڑکے کا حصہ لڑکی کی نسبت دوگنا ہے والدین

کو چھٹا حصہ اور بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اگر خاوند کی اولاد ہے۔

اگر متوفی خاوند کی اولاد نہیں ہے تو بیوی کو خاوند کی وراثت سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ اگر بیوی کی اولاد ہے تو خاوند کو بیوی کی جائیداد سے چوتھائی حصہ ملے گا اگر اولاد نہیں ہے تو خاوند کو بیوی کی جائیداد سے نصف حصہ ملے گا۔

خاوند کی وراثت میں بیوی کا حصہ اور فقہاء کرام کی آراء:

عورت کے حق ملکیت کے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں اور احادیثِ مبارکہ میں بھی اسی تقسیم کو بیان کیا گیا ہے۔ فقہاء کرام نے بھی عورت کے حق ملکیت کو اسی اصول پر تقسیم کیا ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ شمس الدین محمد بن محمد الخطیب الشربینی نے لکھا ہے:

"فرض زوجة ليس لزوجها واحدوارث منهما لقوله تعالیٰ ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد، والثمن وهوفرضها ای لزوجة مع احدهما ای الوالد وولدالابن الوارث وان سفل سواءً كان منها اُم لقوله تعالیٰ،فان كان لكم ولد فلهن الثمن فی تركتم"(۳۷)

"بیوی کے لیے خاوند کے ترکہ میں سے ہر اک بیوی وارث ہوگی اس کی بنیاد اللہ عزوجل کا قول ہے اور ان کا چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری (خاوند کی) اولاد نہیں ہے اور آٹھواں حصہ (اگر اولاد ہے) ہے اور ہر اِک بیوی کا حصہ فرض ہے ہر ایک بیٹے کا اور بیٹے کے بیٹے کا اگر چہ نیچے تک چلے جائیں اور اس کی بنیاد اللہ عزوجل کا قول ہے اور اگر تمہارے (خاوند) کی اولاد ہے اور تمہارے ترکہ میں ہر اِک کے لیے آٹھواں حصہ ہے۔"

ابنِ عابدین نے کتاب "ردالمحتار علی الدرالمختار" میں بیوی کے حصہ کے واجب ہونے کے بارے میں لکھا ہے:

"حقِ وراثت کے اسباب میں سے ایک سبب نکاح صحیح ہے۔"(۳۸)

بغیر اولاد والی زوجہ یا زوجات کا چھٹا حصہ اور اولاد والی زوجہ یا زوجات کا آٹھواں حصہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان الکلیوبی نے لکھا ہے:

"وللزوجة الربع (وان تعددت عندعدمها) ای الولدأ وولدا لابن لقوله تعالیٰ"ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد(النساء/۱۲)

والثمن لها ای للزوجة (كذالک عندوجوداحدهما) ای ولدأوولد، لابن وان اسفل لقوله تعالیٰ فان كان لكم ولد فلهن الثمن مماتركتم وان كن اكثرمن واحدة اشتركن فيه"(۳۹)

"اور بیوی کے لیے چوتھائی حصہ اگر بیوی ایک سے زائد ہو لیکن اولاد نہ ہو (اولاد سے مراد بیٹا یا پوتا ہے۔"

کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ان بیویوں کے لیے چوتھائی حصہ جو مال تم نے چھوڑا اگر تمہارے ہاں کوئی بیٹا نہیں۔ بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا یعنی بیٹے یا پوتے کی موجودگی میں (یا کوئی بھی نیچے ہو جیسے پڑپوتا وغیرہ) اس لیے کہ قرآن مجید میں ہے کہ بیویوں کے لیے آٹھواں حصہ ہے جو کچھ تم نے چھوڑا اگر ایک سے زائد بیویاں ہیں تو ان میں تقسیم کیا جائے گا۔''

شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید نے اپنی کتاب ''السراجی فی المیراث'' میں یوں ذِکر کیا ہے:

''**اما للزوجات فی الحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الاولاد وولد الابن وان سفل والثمن مع الولد اوولد الابن وان سفل**''(۴۰)

''بیویوں کے لیے دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ انہیں چوتھا حصہ ملے گا اگر بیوی اکیلی ہو اور اولاد یا اولاد کی اولاد نہ ہو اور دوسری صورت یہ کہ انہیں آٹھواں حصہ ملے گا اگر بیٹا ہو یا بیٹے کی اولاد ہو۔''

قرآنی آیات، احادیث، فقہاء اور مفسرین کے مطابق مرد کی خواہ ایک بیوی ہو یا دو، تین، چار ہوں ہر اِک کو خاوند کے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا اگر اس کی اولاد ہے اور اگر اولاد نہیں ہے تو ہر اِک زوجہ کو چوتھائی حصہ ملے گا۔ قانونِ اسلامی میں بیوہ کی جائیداد (پدرانہ اور خاوند کی طرف سے) کی تقسیم میں آغازِ اسلام سے لے کر اب تک یہی اصول بغیر کسی ترمیم و تبدیلی کے کارفرما ہے۔

دونوں ادیان کے تقابلی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو شاستروں کے مطابق اِبتدائی ویدک اور آریہ دور میں حقِ وراثت حاصل تھا۔ مشترکہ خاندانی نظام میں جائیداد خواہ تقسیم ہوتی تھی یا نہ ہوتی تھی مگر اُس کو متوفی خاوند کے ترکہ کو تصرف میں لانے کے کلی اختیارات حاصل تھے۔ نکاحِ ثانی کرنے کی صورت میں بیوہ کو خاوند کی جائیداد اور اثاثہ جات اپنے سسر یا سسرالی رِشتہ داروں کو واپس کرنا ضروری تھا۔ نیز کنواری لڑکی باپ کی جائیداد میں قبل از شادی وارث تھی۔ جائیداد اور مال و متاع، لڑکی کو جہیز کی صورت میں دیا جاتا تھا، تاکہ وہ عائلی زندگی کا بہتر طریقے سے آغاز کر سکے۔

برہمنا دور میں عورت کو ہر طرح کے حقِ جائیداد سے محروم کر دیا گیا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد اور برطانوی حکومت کے تحت ہندو خواتین کے اندر بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور ان میں اپنے حقوق کا شعور اُجاگر ہوا، اور مختلف تحریکوں اور کاوِشوں کے نتیجہ میں خواتین کے حقِ جائیداد کو تسلیم کیا گیا۔ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر بیوہ کو متوفی

خاوند کے ترکہ میں حصہ مل بھی جائے تو اوّل تو خاوند کی اولاد ترکہ کی حق دار ہے اور بے اولاد ہونے کی صورت میں نیوگ کا راستہ اپنانے کی سہولت بھی موجود ہے تاکہ خاندانی جائیداد تقسیم نہ ہو اور متوفی کا ترکہ اولاد کی صورت میں بحیثیت ماں (بیوہ) دادی، نانی وغیرہ بھی حصوں کی تقسیم کا ذکر بھی نہیں ہے۔اس کے برعکس اِسلام نے عورت کو بحیثیت ماں، بیٹی، بیوی، ماں، بہن، دادا کے باپ، خاوند، بیٹے اور پوتے کی جائیداد میں حصہ دلوایا ہے۔

دورِ جدید میں ہندوا یکٹ کی بنیاد بھی سمرتیوں کے بیان کردہ قوانین ہیں۔ بیوہ کو ترکے میں حصہ دینا عین ویدک دور کی تعلیمات کے مطابق ہے اور نکاحِ ثانی کی صورت میں خاوند کی جائیداد واپس کرنا ضروری ہے۔ جب کہ دینِ اسلام میں نکاحِ ثانی کی صورت میں بیوہ کا خاوند کی جائیداد (اولاد یا بے اولاد) واپس کرنے کے متعلق صریحاً احکامات نہیں ملتے، جب کہ ہندومت، خاوند کے حصے کا مکمل ترکہ بیوہ کو دیا جائے گا مگر اُس کے حصے کی تقسیم کہ وہ کتنا حصہ کی حق دار ہے، کے احکامات نہیں ملتے، اگرچہ ہندوستانی اور پاکستانی معاشرہ میں بیوہ کے حقِ وراثت کو قانوناً تسلیم کیا گیا ہے مگر عملاً عورت کو اس حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ اَرتھ کا معنی: مطلب، مقصد، منشا، مراد، قصد، ترجمہ، مفہوم، تعریف اور تصریح وغیرہ کے ہیں۔ (راجیسور راؤ، اصغر، ہندی اُردو لغت، سُبچیت، کتاب گھر، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۵۰) اور شاستر سے مراد کسی دیوتا، یا رِشی کی لکھی ہوئی کتاب، فلسفہ، مباحثۂ علمی، مناظرۂ دینی ہے۔(ایضاً، ص ۳۳۳) محققین کے مطابق ارتھ شاستر کا زمانۂ تصنیف ۳۱۱ ق م سے ۳۰۰ ق م ہے۔ اِس کتاب کا اصل سنسکرت متن ۱۹۰۴ء میں دریافت کیا گیا۔ کوتلیہ نے اس تصنیف میں قدیم ہندوستانی تمدن کے تمام پہلوؤں، مثلاً علوم وفنون، زراعت، معیشت، سیاسیات، صنعت وحرفت، ادویات اور عائلی زندگی کے احکام ومسائل وغیرہ وغیرہ سے متعلق قواعد وضوابط کو بمعہ جزا وسزا کے بیان کیا ہے۔ (کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، مترجم، سلیم اختر، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۳)

2۔ کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، مترجم، سلیم اختر، نگارشات پبلشرز لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۹۶

3۔ کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، ایضاً، ص ۱۹۶

4۔ ایضاً، ص ۱۹۶

5۔ ایضاً، ص ۱۹۶

6۔ ایضاً، ص ۱۹۶

7۔ ایضاً،ص۱۹۶

8۔ یضاً،ص۱۹۶

9۔ ایضاً،ص۱۹۶

10۔ ایضاً،ص۱۹۸

11۔ منوّ،سنسکرت نام کے بارے میں اختلافِ رائے موجود ہے''منوّ'' سے مراد برہما کا بیٹا، انسانوں کا جداعلیٰ ہے۔(راجیسورراؤ،اصغر،ہندی اُردولغت،ص۴۱۳)یعنی نوعِ انسان اور بشر کے معنوں میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے اور یہ لفظ مَنْ یا مُنْ سے بھی مشتق ہے جس کے معنی رُوح، رغبت، میلان، خیال، باطن، ایک جوہرِ لطیف داخلی کا نام، رِشی وغیرہ ہیں۔(ایضاً،ص۴۱۰) کہا جاتا ہے کہ منوّ پہلا انسان ہی نہیں پہلا بادشاہ بھی تھا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسانی نسل کا آغاز منوّ سے ہوا۔سوختہ قربانی کا آغاز بھی اس سے منسوب کیا گیا ہے۔منوّ دھرم شاستر کا زمانہ تصنیف اندازاً BCE۲۰۰ سے CE۱۰۰ ہے۔(منوّ،منوّ دھرم شاستر،مترجم،ارشد رازی،نگارشات پبلشرز، لاہور،۲۰۰۷ء،ص۲۰)اِس تصنیف میں بھی تمام شعبۂ زندگی سے متعلق قوانین اور اصول وضوابط کو تحریر کیا گیا اور مختلف سزاؤں اور جرمانوں کا بھی ذِکر موجود ہے۔کوتلیہ چانکیہ کے برعکس منوّ سے پہلی بار انسانوں کو ذات پات کے نظام سے روشناس کرایا۔

12۔ نیوگ، حکم، تاکید، کام، شغل، اجازت، کسی کام میں مامور کرنا، مقرری، قدیم آریوں کا ایک رواج جس کے مطابق اگر کسی عورت کا شوہر نہ ہو، تو وہ عورت اپنے دیور یا یا اپنے شوہر کے کسی ہم گوتر سے اولاد پیدا کرا لیتی۔(ہندی اُردو لغت،ص۴۴۸)

13۔ منو،منودھرم شاستر،مترجم،ارشد رازی، لاہور، نگارشات پبلشرز،۲۰۰۷ء،اشلوک۱۴۳،ص۳۲۰

14۔ ایضاً،اشلوک۱۹۵،ص۲۲۵

15۔ ایضاً،اشلوک۲۰۰

16۔ آشرم، رشیوں اور منیوں کے رہنے کا مقام، آشرم کے چار مدارج ہیں، i۔ برہمہ چاریہ، تحصیلِ علم اور تجرد کا زمانہ، ii۔ گرہستھ، شادی و اولاد اور کسبِ معاش کا زمانہ، iii۔ دانہ پرستھ (تزکیۂ نفس، رُوحانی مشاہدات و تجربات کی تکمیل، iv۔ سنیاس، ڈنڈا اور کمنڈل: سنیاسیوں اور جوگیوں کے پانی پینے کا برتن، اور انسانوں کی خدمت گزاری،(راجیسور راؤ، اصغر، اُردو ہندی لغت،ص۹)

17۔ منو،منودھرم شاستر،مترجم،ارشد رازی،اشلوک۱۱۸،ص۲۱۸

18۔ فاروقی، خورشید احمد، برصغیر اور عرب مؤرّخین، نفیس اکیڈمی، کراچی، س۔ن،ص۱۱۴

19۔ میکشرا (Mitaksara) اس کو میٹکسرا یا مٹیکشرا کہتے ہیں۔ پورے انڈیا میں سوائے بنگال اور آسام کے یہی مکتبہ فکر غالب ہے۔ یہ صرف ویدوں اور Yajnavalka سمرتی کے قوانین اور احکامات پر مشتمل ہے۔ Yajanavalka سمرتی کو گیارہویں صدی عیسوی میں مصنف (Vigneshwara(Jurist نے ''میٹکسرا'' کے نام سے موسوم کیا۔ جو کہ گلبرگ کرناٹک علاقہ کا ایک بڑا مفکر اور قانون ساز تھا۔ یہ مکتبۂ فکر چار ذیلی مکاتب فکر میں منقسم ہے۔ یہ مکتبہ فکر زیادہ لچک دار اور عورتوں کی حمایت میں ہے۔ یہ مکتبۂ فکر بھی عائلی قوانین، وراثت، جائیداد، مشترکہ خاندانی نظام اور جائیداد سے بحث کرتا ہے۔

Available from, lawstudyhelp.blogspot.com, Accessed on, ۰۱-June-۲۰۱۳

20۔ دیابھاگا (Dayabhaga) جائیداد اور وراثت کے معاملات وتنازعات کے سلسلے میں دو مکاتب فکر غالب ہیں ان میں سے ایک دیابھاگا ہے۔ یہ بنگال اور آسام میں رائج ہے۔ اس کے ذیلی مکاتب فِکر بھی نہیں ہے اور اس مکتبہ فکر پر زیادہ تر منوسمرتی کے قوانین وتعلیمات کا اثر ہے اور انہی کا پرچار کرتا ہے۔ یہ متوفی خاوند کی جائیداد میں صرف بڑے بیٹے کو جائیداد کا وارث قرار دیتا ہے۔

Available from, www.scribed.com, Accessed on, (10-July-2013)

21- Available from, www.scribed.com, Accessed on, (10 July 2013)

22- Ibid

23- Ibid

24- Nandita Bhatla, Property Ownership and Inheritance Rights of Women as Social Protection, New Delhi, Population council (N.D), P.72

25- Dr. Anjani Kant, (1947), Women and the Law, Bomboy, The Popular Book Depot., P.349

26- Jean Dreze and Amartya Sen, (1996), India Development and Participatio, New Delhi, Oxford University Press, P.164

27- Availabale from, www.academic.edu.com, Accessed on (20

May 2013)

28- Ibid

29- Ibid

30- Indira Jaiprakash, (1999), Ageing in India, Geneve, World Health organization, P.12

31۔ النساء،۱۲

32۔ کرم شاہ، محمد، پیر، ضیاء القرآن، بذیل آیت النساء،۱۲، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز،۱۴۰۲ھ، ج۱،ص ۳۲۵

33۔ امام، بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالسلام،، ریاض کتاب الفرائض، باب میراث المرأۃ والزوج مع الولد وغیرہ، حدیث ۶۷۴۰

34۔ اس کا قصہ یہ تھا کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو لکڑی یا پتھر مارا جس کے صدمہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس مارنے والی عورت کو حکم فرمایا کہ اس حمل کے خون بہا میں ایک لونڈی یا ایک غلام اُسے دے۔ پھر یہ عورت جس نے مارا تھا خود گری۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کے عصبوں کو حکم فرمایا کہ وہ اس کی طرف سے خون بہا ادا کریں اور اس کا مال اس کے بیٹوں کے واسطے ہے۔

عسقلانی، ابن حجر، حافظ، فتح الباری، دارالنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، س ن، ج ۱۲، ص ۲۴

35۔ علامہ عینی کے نزدیک یہ عورتیں بن ھذیل سے تھیں۔ مارنے والی عورت کا نام اُم عفیف بنت مسروج اور مضروبہ کا نام ملکیہ بنت عویم یا عویمر تھا۔

بدرالدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن، ج ۲۳، ص ۳۷۶

36۔ کرم شاہ محمد، پیر، ضیاء القرآن، بذیل آیت النساء،۱۲، ج۱، ص ۳۲۵

37۔ الشربینی، محمد بن محمد الخطیب، شمس الدین، مغنی المحتاج، دارالحدیث،، قاہرہ ۱۴۲۷ھ، ج ۴، ص ۱۸

38۔ ابنِ عابدین، محمد امین آفندی شامی، ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الفرائض، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ،۱۴۱۲ھ، ج ۵، ص ۵۳۸

39۔ الکلیوبی، عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان، مجمع الأنهر، کتاب الفرائض، مکتبہ المنار، کوئٹہ، س ن، ۴/۵۰۰

40۔ سراج الدین محمد بن عبدالرشید، شیخ، السراجی فی المیراث، فصل فی النسآء، سعید کمپنی، کراچی، س ن، ص ۷